ڈاکٹر وفا راشدی

سندھ کی ایک برگزیدہ علمی شخصیت

میر علی نواز علوی

مسیح الزماں حکیم میر علی نواز علوی شکار پور کے مشہور خاندان علوی سادات کے چشم وچراغ تھے۔ یہ علوی خاندان علمی و دینی خدمات کی بدولت پورے سندھ میں مشہور و ممتاز رہا ہے۔ میر علی نواز کے جدامجد حضرت شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندیؒ کا سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ فقیر اللہ اپنے وقت کے جید بزرگ اور ولی اللہ تھے۔ ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء میں جلال آباد (افغانستان) سے ہجرت کرکے سندھ آئے اور شکار پور میں مستقل سکونت اختیار کی (مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء (ص ۱۰) مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جامشورو)۔

شاہ فقیر اللہ کے فرزند شاہ حفیظ اللہؒ، میر علی نواز کے دادا اور سید فخرالدینؒ والد ماجد تھے سندھ کے مشہور صوفیائے کرام اور اہل علم و فضل بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ میر فخرالدین اپنے والد کے تیسرے فرزند تھے۔ ان کے تین بھائی میر تاج الدین، میر بدیع الدین اور میر شرف الدین سندھ سے ترکِ وطن کرکے قندھار کی خانقاہ علوی میں سکونت پذیر ہوئے تو میر فخرالدین شکار پور کی درگاہ علویہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ وہ خواجہ نظام الدین سرہندی کے ہمعصر اور دوست تھے۔ (ماہنامہ الرحیم حیدرآباد اپریل، مئی ۱۹۷۲ء)

میر علی نواز، میر فخرالدین علوی کے منجھلے صاحبزادے اور میر علی نواز علوی

(ولادت ۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء) کے چھوٹے بھائی تھے ۔ میر علی نواز ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء کو شکارپور میں تولد ہوئے ۔ میر علی نواز ایک سال کے تھے کہ ان کے والد میر فخرالدین علوی ۱۲۷۱ھ میں ان کا انتقال کر گئے ۔ ان کی والدہ ماجدہ نے جو پشین بلوچستان کی بخاری سادات سے تعلق رکھتی تھیں ان کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھا (تذکرۂ لطفی جلد دوم ص ۱۶۹) عربی ، فارسی ، سندھی ، سرائیکی کی ابتدائی تعلیم مقامی مدرسے میں حاصل کی ۔ عربی وفارسی کی اعلیٰ تعلیم کی تکمیل آخوند زادہ افغانی کے زیرنگرانی ہوئی ۔ حکیم سید حسن علی شاہؒ لکھنوی کی شاگردی میں علم وحکمت سے بہرہ ور ہوئے ۔

حکیم میر علی نواز علوی نے فنِ حکمت میں عروج حاصل کیا ۔ وہ "مسیح الزماںؒ" کے لقب سے مشہور ہوئے نہ صرف شکارپور اور ٹھٹھہ بلکہ سندھ کے مختلف علاقوں سے لوگ ان کے پاس علاج کی غرض سے آتے تھے ۔ اور اللہ کے فضل سے شفایاب ہوتے تھے ۔ علی نواز رئیس زادہ تھے وہ ایک خداترس ، روشن دماغ ، روشن ضمیر ، منکسرالمزاج ، رحمدل ، عارفِ کامل اور عالمِ باعمل بزرگ تھے ۔ ان کی زندگی اللہ کی عبادت ، رسول کریمؐ کی اتباع ، خدمتِ خلق اور تبلیغِ دین کے لئے وقف تھی ۔ بیکسوں اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی ان کی حیات کا نصب العین تھا یہی وجہ ہے کہ وہ خاص وعام ، ادنیٰ واعلیٰ میں یکساں مقبول تھے ۔ ہر طبقے وہر فرقے کے لوگ ان کا بے حد احترام کرتے تھے ۔

۱۹۱۴ء میں عالمگیر جنگ اول کے دوران جب ساری دنیا اقتصادی مسائل ، اخلاقی بدحالی اور قحط وبحران میں مبتلا تھی ۔ ۱۹۱۷ء میں جب شکارپور میں وبائی امراض کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے عوام کے ابتلاء ومصائب کو ختم کرنے کے لئے جو طبی وسماجی خدمات انجام دیں وہ ان کی انسان دوستی کا بین ثبوت ہے ۔ انسانیت کی ایسی ہی عدیم المثال خدمات کی بدولت میر علی نواز علی بلا مقابلہ ۱۹۱۱ء میں شکارپور میونسپل کارپوریشن کے چیئرمین اور ۱۹۱۹ء میں علاقائی عدالت کے صدر منتخب ہوئے ؎۵

مسیح الزماں حکیم میر علی نواز علوی نے ۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء کو ۶۸ سال کی عمر میں وفات پائی ۔ سلسلۂ مجددیہ نقشبندیہ کے ایک مشہور بزرگ مولانا محمد ابراہیمؒ ناظم گڑھی لیسینی نے قطعۂ تاریخ کہا ہے ؎

حاجیِ حق علی نواز حکیم — آں کہ در علم بے عدیل شداست
در جمیع فنون فضل وکمال — بے شک آں جہ بے مثیل شداست

سید آل علی و ذو منصب — شرف و عز ما دلیل شداست
آه و افسوس از وداع او — بے وجودش جہاں علیل شداست
شاعر قادر الکلام و فصیح — در صناعات بے عدیل شداست
بہ شب شنبہ وقت وساعت — جرع ، بے مایہ سلسبیل شداست
بیست وسہ از جمادی الاول — باد گذر این جہاں رحیل شداست
وقت سالِ وصلش خرد بناظم گفت

بہر علوی وعلی کفیل شداست

۲۳، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ

میر علی نواز نے خانقاہ شاہ فقیراللہ علوی میں علویہ لائبریری قائم کی تھی - جو غلام محمد ہاشم ٹھٹھوی کے کتب خانے کے بعد سندھ کا سب سے بڑا کتب خانہ تھا - اب اس کتب خانے کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی ۵۸

میر علی نواز علوی کے مریدوں، ارادتمندوں اور احباب و معاصرین کا حلقہ بہت وسیع تھا ان کے حلقے میں ہر مذہب و ملت، ہر فکر و خیال کے لوگ شامل تھے۔ خیرپور کے نوابوں میں ہزہائنس میر فیض محمد، ہزہائنس امام بخش، وائسرائے ہند لارڈ ہارڈنگ (۱۹۱۰ تا ۱۹۱۲ء) کمشنر سندھ ڈبلیو ایچ روکاس W.H.RUCAS (۱۹۱۰ء) بادشاہ افغانستان امیر حبیب اللہ خان سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔ حاکمانِ وقت کے علاوہ حکیم حافظ محمد اجمل خان دہلوی، دیوان بہادر صرلی دھر نواب حاجی امیر علی لاہوری، خان بہادر علی بخش کھنیانی، خان بہادر محمد پٹھان، مولانا عبدالغفور مفتون ہمایونی مولانا غلام صدیق شہداد کوٹی، مولانا خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی، مولانا تاج محمد امروٹی، مولانا محمد عثمان، نورنگ زادہ حکیم فتح محمد سیوہانی جیسی ہندو سندھ کی اہم علمی و دینی، طبی وقومی و ملی شخصیات سے ان کے خاص مراسم تھے ۵۹

میر علی نواز علوی شکارپوری عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے ان زبانوں کے علوم و ادبیات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا۔ ان زبانوں میں وہ باقاعدگی سے شعر کہتے تھے۔ ان کی مطبوعات اور نثری تصنیفات و نگارشات مطبوعہ و غیر مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔

چند کتابوں کی صراحت حسب ذیل ہے ۔

۱۔ البشارۃ لاھل الاشارۃ (عربی)

اس کتاب میں آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں بعض شرعی مسائل پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے ۔ مثلاً افغانستان میں فقہ الحنفیہ کا مسئلہ نماز میں "التحیاۃ" پڑھنے کا مسئلہ حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ تشہد میں کا مسئلہ وغیرہ ۔ اس تصنیف میں دنیا کے جید علمائے کرام کی تقاریظ اور ایک سو تیس مستند کتابوں کے حوالے بھی ہیں۔ فقہ حنفیہ سے متعلق یہ ایک بلند پایہ کتاب سمجھی جاتی ہے ۔

۲۔ الصارم المسلول علیٰ منکر علم الغیب الرسول (عربی)

جلد اول تا چہارم کل صفحات ۱۶۳۶

علمی و دینی اعتبار سے یہ ایک اہم کتاب ہے چار جلدوں پر محیط ہے ۔ ذیل میں ہر جلد کے متن کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے ۔

پہلی جلد ۳۶۸ صفحات قرآن کریم کی آیات اور احادیثِ نبوی کی تفسیر ہے ۔

دوسری جلد ۴۱۶ صفحات صحابہ کرام اور تابعین کے اقوالِ زریں پر مشتمل ہے ۔

تیسری جلد ۵۰۱ صفحات اس جلد میں فقہ حنفیہ کے اہم مسائل کے اقتباسات، حوالہ جات اور امام حضرات کے ملفوظات درج ہیں ۔

چوتھی جلد ۳۵۱ صفحات عالموں کے اعتراضات اور ان کے جوابات ہیں جو نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر مصنف کے عہد تک کے مختلف ادوار سے تعلق رکھتے ہیں ۔

۱۶۳۶

۳۔ بیاضِ علوی (فارسی)

علمِ طب سے متعلق ایک مفید و معلوماتی کتاب ، اس کتاب میں وہ نسخہ جات درج ہیں جو علوی

نے والیِ ریاست ہز ہائنس میر فیض محمد کے علاج کے دوران ان کے لئے تجویز کئے تھے ۔ میر فیض محمد کے علاج کے سلسلے میں حکیم اجمل خان دہلی سے سندھ آئے تھے ۔ انھوں نے حکیم علوی کی تشخیص اور ان کے تجویزہ نسخوں سے اتفاق کیا تھا ۔ حکیم اجمل سے حکیم علوی کے دوستانہ مراسم تھے ۔ اجمل خان، علوی کی طبی مہارت کے مداح و معترف تھے ۔ وہ حکیم علوی کو "سندھ کا اجمل" کہا کرتے تھے ۔ اس کتاب میں مولوی عبداللطیف کوٹری والے کے لا علاج مرض سے شفایاب ہونے کا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے ۔
اس کتاب میں وہ نظم بھی شامل ہے جو عبداللطیف نے حکیم میر علی نواز علوی کی شان میں کہی تھی ۔

۴۔ کلیاتِ علوی (فارسی، سندھی، سرائیکی، اردو)

میر علی نواز علوی نے اپنے اس کلیات کو خود ۱۹۱۶ء میں مرتب کیا تھا ۔ چند برس پہلے ڈاکٹر عبدالخالق سومرو راز نے سندھی ادبی بورڈ جامشورو کی فرمائش پر "کلیات علوی" کو از سر نو جدید انداز میں ایڈٹ کیا ہے اس کتاب کی ترتیب کچھ یوں ہے ۔

(۱) فارسی کلام (۲) قصائد (۳) سندھی، سرائیکی، (۴) مراثی
(۵) متفرق اشعار (۶) اردو کلام

میر علی نواز علوی شکارپوری سندھ کے وہ پہلے شاعر تھے ۔ جنہوں نے فارسی ادب کے وسیع مطالعے کے نتیجے میں سندھی شاعری کو بھی فارسی کے مزاج سے آشنا کیا ۔ انھوں نے اپنی زبان و بیان پر قدرت اور الفاظ و محاورات پر مہارت سے سندھی شاعری کو فارسی الفاظ تراکیب، استعارات تلمیحات سے نکھارا اور سندھی ادب کو فارسی سرمایے سے مالا مال کیا ۔

سندھی غزل میں فارسی الفاظ کی خوبصورت آمیزش علوی کی مہارتِ فن کی مظہر ہے دو ایک لفظ کے الٹ پھیر سے سندھی مصرعے یا اشعار فارسی عربی کا حصہ بن سکتے ہیں ۔ مثلاً ؎

کهه تون قاصد من جا مقاصد
قدمن تي مير دوست ڌريوسي
مرض محبت جي ڪيونڙس ماندي
علوي عاشق عرض ڪري ٿو
دردفراق مرمحب مري ٿو

میر علوی سرائیکی کے باکمال شاعر تھے۔ کافی، غزلیں، ڈوھیری کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ سرائیکی کے نامور شعراء خواجہ فرید، فرخ ملتانی نوروز اور مجروح کے کلام سے متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ہی شعراء کے عارفانہ افکار کا اثر ان کے کلام میں ملتا ہے۔ ان کے نظریۂ تصوف و معرفت کا پرتو علوی کے اشعار میں پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہے ے

شوق ملڻ دا ٿیا بسیار
مٺن ویکان ٺڻن شال صنم دا

احد یدل کوعبد سڈایس
مٺن ویکا ہکي ملک متایس
بي خودي دا جام پلایس
وچ عرب دی کر سینگار
کس ڳڏس آرام عجم دا

اسم احمد بي میم ڈراکي
بین عرب بي عین بجاہکي
لوح قلم سر حکم ھلاکي
نور احمد بن آیا نروار
کیتس فرق وحدت قدم دا

حسن تبڈي دا عالم بردا
تون ٿئین سرور جن بشر دا
علوی ادنیٰ چاکر در دا
کون مکان دا تون سردار
مالک ملک وجود عدم دا

علوی کے کلام کا بیشتر حصہ عارفانہ ہے، سندھی اور سرائیکی شاعری میں ڈوھڑی ایک مخصوص صنف ہے۔ ان دونوں زبانوں کے بڑے بڑے شاعروں نے اس صنف پر خوب خوب طبع آزمائی کی

ہے سرائیکی میں خواجہ فرید کی کافی کی طرح ان کی ڈوہڑی کا بھی کوئی جواب نہیں ۔ خواجہ فرید کے تتبع میں بہت کم شاعروں کو کامیابی نصیب ہوئی ہے ۔ ان کم شاعروں میں ایک نام میر علی نواز علوی کا بھی ہے انہوں نے خواجہ فرید کی اتباع میں فخر محسوس کیا ہے خواجہ فرید کے رنگ میں ان کی ڈوہڑی کا یہ انداز دیکھئے

حسن سنجن داویک خجل تیا
جلوہ شمس قمر دا حسن بشر دا
محب اسان ڈیي من دا محرم
جاني جان جگر دا ، نور نظر دا
مین مشتاق مٹی مرسل دا
خاک برابر دا ، چاکر در دا
علوي روز الستون ممنون
عشق بگا حیدر دا، شاہ صفدر دا
خوف نہ دل وچ ھرگز مینون
ھول حساب حشر دا ، سوز سقر دا

میر علی نواز علوی شکارپوری نے فارسی، سندھی، سرائیکی کے علاوہ اردو میں بھی شاعری کی ہے ۔ ان کا عہد برصغیر پاک وہند میں علم وادب، تہذیب وثقافت کے اعتبار سے زریں عہد تھا ان کے بزرگ، ہم عمر و کم عمر معاصرین میں محمد حسین آزاد، مرزا داغ، امیر مینائی، جلال لکھنوی، شاد عظیم آبادی، الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی، محشر لکھنوی، چکبست لکھنوی، اسمٰعیل میرٹھی، اکبر الہ آبادی اور شائق دہلوی جیسے اکابرین کے نام آتے ہیں وہاں علامہ اقبال، ظفر علی خان، یگانہ چنگیزی، حسرت موہانی مضطر خیرآبادی، اصغر گونڈوی، جگر مرادآبادی، جلیل مانکپوری، نوح ناروی، سیماب اکبرآبادی، وحشت کلکتوی، علامہ سلیمان ندوی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے مشاہیر اردو کو تاریخ ادب اردو فراموش نہیں کرسکتی۔

اس عہد میں سندھ کے جن شعرائے کرام نے سندھی، سرائیکی فارسی کے علاوہ اردو زبان وادب کی ترویج وترقی میں اہم کردار ادا کیا ۔ سندھ میں اردو شاعری کی مشعلیں روشن کیں مختلف اصناف

سخن کو نئے نئے تجربات، گوناگوں موضوعات سے آشنا کیا ان میں غلام محمد شاہ گدا حیدرآبادی میر عبدالحسین سانگی، مرزا قلیچ بیگ، پیر حزب اللہ شاہ مسکین راشدی، خواجہ عبدالرحمٰن سرہندی (ملاحظہ ہو جہانِ نقش مصنفہ ڈاکٹر دفا راشدی) محمد ہاشم مخلص، عبداللہ لسمل، فدا مکھڑائی مخدوم ابراہیم خلیل، آخوند قاسم ہالائی اور شمس الدین بلبل وہ معتبر نام ہیں جن کی مادری زبان سندھی ہونے کے باوجود، سندھ کی تہذیب و ثقافت کی حدود میں ان کو اردو زبان اور اس کے شعر و ادب کی ترویج و ترقی میں عدیم المثال خدمات انجام دیں ان میں اکثر اہل دیوان، اہل تصانیف ہیں جن کا مقام و مرتبہ دکن اور شمالی ہند کے شعراء و ادبائے بلند تر نہیں تو کم تر بھی نہیں۔

ہفت روزہ سندھ کے ان ارباب نظم و نثر کے علمی و ادبی نقوش فارسی رسالہ "مفرح القلوب" کے علاوہ سندھی کے رسائل بہار اور ادب .... (لاڑکانہ) میں موجود و محفوظ ہیں۔ ان اخبارات و رسائل کی بعض جلدیں سندھ کے بابائے اردو ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم خلیل لطیف آباد نمبر ۷ حیدرآباد سندھ کے وسیع کتب خانہ میں راقم الحروف کی نظر سے گذر چکی ہیں۔

اوپر کی سطریں زیر نظر آنے کے بعد اس حقیقت کی وضاحت کی ضرورت نہیں رہی کہ میر علی نواز علوی شکارپوری جیسے اہلِ سخن کا عہد ان نئے بڑے بڑے ارباب فکر و دانش کے ادوار کا احاطہ کرتا ہو اس کی خوش قسمتی کا کیا ٹھکانہ، اس کے ذہنی ارتقاء عصری اثرات، فکری وسعت و بلندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے علوی کو اردو زبان سے عشق تھا، سندھی علاقائی زبان تھی لیکن وہ عام بول چال میں اردو کو ترجیح دیتے تھے۔ میر علی نواز علوی سندھی، سرائیکی، فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ شاعری کے ابتدائی دور میں محرم تخلص کرتے تھے پھر ان کا تخلص علوی مشہور ہوگیا۔ ان کی سندھی و سرائیکی شاعری کا ذکر گذشتہ سطروں میں آچکا ہے۔ فارسی شاعری سے متعلق ایک علیحدہ مضمون عنقریب پیش کیا جائے گا۔ یہاں ان کی اردو شاعری کے بارے میں اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ میر علی نواز علوی نے جہاں اپنی نثری تخلیقات اور منظوم نگارشات سے سندھی، سرائیکی اور فارسی ادب کو بہت کچھ دیا ہے وہاں اردو زبان اور اس کے شعری ادب کو بھی مالامال کیا ہے۔

میر علوی کے اردو کلام کا رنگ وہی ہے جو ان کے عہد کے اساتذہ کا طرز سخن تھا۔ میر تقی میر، مرزا غالب، میر درد، الطاف حسین حالی سے بہت متاثر تھے ان کے کلام کا بیشتر حصہ مشاہیر اردو

کے تتبع میں ملتا ہے ۔ ان کا کمال یہ ہے کہ غزل ہو یا نظم، قصیدہ ہو یا مثنوی، نعت ہو یا منقبت، حقیقی رنگِ سخن، پاکیزہ جذبات، وسیع خیالات اور عصری رجحانات کی فضا ہر موقع و ہر مقام پر قائم رہتی ہے ان کا عارفانہ کلام اسرار و رموز کا ایک ایسا گلدستۂ سدابہار ہے جو روح کو تازگی اور دل کو شادابی عطا کرتی ہے ۔ نعتیہ شاعری سے انہیں خاص شغف تھا ۔ ان کی نعتیہ شاعری امتیازی شان کی حامل ہے ۔ مدحِ رسولؐ میں ان کا والہانہ انداز اور مستانہ کیفیت ان کی نعت گوئی کا طرۂ امتیاز ہے ۔

شیخ سعدی کی مشہور نعت "بلغ العلیٰ بکمالہٖ" کی تضمین میر علوی نے سندھی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں کی ہے پہلے فارسی تضمین پیش کی جاتی ہے جو ان کی فارسی دانی و فارسی سخنی پر دال ہے ۔

دی شب شہی ہر دو سرا تشریف بردہ بر سما
در شوقِ وصل کبریا بلغ العلیٰ بکمالہٖ
حق کے بہ چشم نازنیں دید آں شہ دنیا و دیں
از عرش تا ہفتم زمین کشف الدجیٰ بجمالہٖ
او شد ز نورِ حق عیاں پیدا ز نور او جہاں
خلقش نکوتر از بیان حسنت جمیع خصالہٖ
شیدائی او علوی بجانِ قربان از و جانِ جہاں
از شوقِ دل اے مومناں صلو علیہ و آلہٖ

اب سعدی کی اسی عربی نعت کی تضمین میں میر علوی کی اردو نعتیہ شاعری کی یہ مثال دیکھئے ۔ آپ کو جہاں سرکارِ مدینہ رحمت اللعالمین حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت دینی رجحانات، مذہبی عقائد کا بخوبی اندازہ ہوگا وہاں روانیِ طبع، زورِ بیان، مہارتِ فن اور محاسنِ شعری کا بھی لطف آئے گا ۔

کیا پیار تھا اس شاہ سے کل رات بے مدچاہ سے
مرسل صلی اللہ سے، بلغ العلیٰ بکمالہٖ
اللہ کا منظور تھا، منظورِ حق مشہور تھا

خالص خدا کا نور تھا، کشف الدجیٰ بجمالہٖ
طالب تھا اور مطلوب تھا، اللہ اور محبوب تھا
کیا خلق ان کا خوب تھا، حسنت جمیع خصالہٖ
خالق کا علوی شکر ہے، دل میں نبیؐ کا فکر ہے
ان کا زبان پر ذکر ہے، صلو علیہ و آلہٖ

حواشی

لے **شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی** اپنے وقت کے ایک برگزیدہ علمی و دینی شخصیت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اللہ والے بزرگ تھے۔ ۱۱۱۰ھ کے اوائل میں جلال آباد (افغانستان) کے ایک نواحی گاؤں روتاس میں پیدا ہوئے۔ (بیاض میر جمال الدین علوی)

فاتح اعظم احمد شاہ ابدالی اور ان کے فرزند تیمور شاہ ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ امور مملکت میں ان سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ شاہ فقیر اللہ میاں نور محمد کلہوڑا (۱۷۱۸ تا ۱۷۴۷ء) کے عہد حکومت میں سندھ آئے (نئی زندگی کراچی (سندھی) فروری ۱۹۶۰ء) میاں نور محمد کلہوڑا اور میاں سرفراز خان کلہوڑا بھی ان کے بہت معتقد تھے۔ شرعی مسائل کے سلسلے میں اکثر ان ہی کے مشوروں پر عمل کرتے۔ شاہ فقیر اللہ نے ۳ صفر ۱۱۹۵ء / ۱۷۷۹ء کو وفات پائی۔ ان کا مزار پر انوار شکارپور کے علویہ محلہ میں مرجع خلائق ہے۔

(مقالہ میر علی نواز علوی از پروفیسر لطف اللہ بدوی ص ۱۹۴ مشمولہ مہران جو موجوں مرتبہ حسام الدین راشدی مطبوعہ پاکستان پبلی کیشن کراچی ۱۹۶۴ء)

لے **میر شاہ حفیظ اللہ علوی** شکارپور کے صاحب تصوف و صاحب کرامت بزرگ تھے ان کے چار بیٹے تھے۔ (۱) میر تاج الدین (۲) میر بدیع الدین (۳) میر فخر الدین (۴) میر شرف الدین، میر فخر الدین کے علاوہ باقی تینوں بیٹے قندھار چلے گئے تھے۔ وہاں خانقاہ علویہ میں بیٹھ کر اللہ اور اس کی مخلوق کی عبادت و خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی (شجرہ خاندان

علویہ بحوالہ نئی زندگی اکتوبر ۱۹۸۰ء)

۳ **میر فخرالدین علوی** علم حکمت، ادبیات اور سائنسی علوم میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ والیِ ریاست میر رستم خان نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی ہز ہائینس میر علی مراد کے وکیل کے عہدے پر فائز رہے۔ چارلس نیپیئر نے انہیں خطابات و اعزازات سے نوازا تھا۔ میر فخرالدین روشن دماغ صوفی اور عالمِ باعمل تھے۔ عربی و فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ ان کی علم دوستی، ادب نوازی اور تبحرِ علمی کی شہرت تھی۔ تحفۃ الکرام اور دیگر علمی تذکروں میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ میر فخرالدین علوی نے ۳۱ اکتوبر ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲۷۱ھ میں رحلت کی۔ ان کا مرقدِ اقدس درگاہ شاہ فقیر اللہ علوی کے احاطہ علویہ محلہ شکارپور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(بمبئی گورنمنٹ ریکارڈ ۱۸۵۵ء بحوالہ مہران جو موجوں ص ۱۹۵ تذکرہ لطفی جلد دوم ص ۱۶۹)

میر فخرالدین علوی کے دو فرزند تھے۔ میر شاہنواز اور میر علی نواز۔ میر شاہنواز ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء میں بمقام شکارپور پیدا ہوئے تو میر نظام الدین سرہندی نے اس موقع پر کہا تھا ؎

زود در گوش دل و جان نظام الدین
ناد خورشید باقبال ندا ہاتف داد

(مہران جو موجوں ص ۱۹۵)

۴ مقالہ قلیچ بیگ دساگی کے ہمعصر از ڈاکٹر عبدالخالق سومرو ماہنامہ نئی زندگی کراچی ۱۹۸۰ء)

۵ حکیم سید حسن علی شاہ لکھنوی بن سید شاہ شجاع خاندانی حکیم تھے۔ طبابت و حکمت کا پیشہ ان کے خاندان میں کئی پشتوں سے چلا آرہا تھا وہ علی نواز کے دادا شاہ محفیظ اللہ علوی کے مرید خاص تھے۔ ان کے مطلب کی شہرت تھی (شجرہ خاندان سادات لکھی)

۶ مہران سوانح نمبر ۲-۱۹۵۷ء ص ۱۰۱ مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو

۷ مولانا محمد ابراہیم ناظم کی حیات و خدمات کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ "محمد ابراہیم ناظم کراچی لیمینی" بسلسلہ اردو کی ترقی میں اربابِ سندھ کا حصہ از ڈاکٹر وفا راشدی مطبوعہ ماہنامہ الانسان کراچی، اپریل ۱۹۸۷ء۔

۸ مضمون علویہ لائبریری از غلام مصطفیٰ قاسمی ماہنامہ نئی زندگی سندھی فروری ۱۹۶۰ء ماہنامہ

سروش کراچی فارسی ۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء

۹۔ راوی سندھ کے بابائے اردو ڈاکٹر شیخ محمد ابراہیم خلیل حیدرآبادی ۔

۱۰۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ تاجدار افغانستان امیر حبیب اللہ خان بن امیر عبدالرحمٰن کے عہدِ حکومت میں تشہدین کے خلاف فتویٰ صادر کیا گیا تھا ۔

(بحوالہ مضمون علویہ لائبریری از علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی مطبوعہ نئی زندگی فروری ۱۹۶۰ء)

۱۱۔ عبداللطیف کوٹری والے کی یہ نظم فارسی میں ہے اور غلام لیسین علوی کی قلمی بیاض مملوکہ علویہ لائبریری شکارپور میں محفوظ ہے ۔

۱۲۔ میر علی نواز علوی، سندھی، سرائیکی اردو کے علاوہ فارسی کے بھی بلند پایہ شاعر تھے ۔ انہوں نے فارسی کے نامور ایرانی شعراء سعدی، حافظ، صائب، ظہوری نظامی وغیرہ کے تتبع میں کامیاب شعر کہے ۔ وہ خود اپنا ایک مخصوص رنگ بھی رکھتے تھے ۔ ایک فارسی شاعر کی حیثیت سے ان کا تذکرہ "پرشین پوئیٹ آف سندھ" مولفہ ڈاکٹر ایچ آئی سدارنگانی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۵۶ء میں ملتا ہے ۔

صفحہ ۲۸ سے آگے

فارسی اور اردو کے علاوہ انگریزی زبان کی کتابیں بھی زیر مطالعہ ہیں اور جہاں کہیں بھی ان میں ایسی بات نظر آئی جو اسلام اور قرآن مجید کی حقانیت کے خلاف ہو سید صاحب نے اپنے مقالات میں اس کا علمی و تحقیقی جواب دیا ہے ۔

(۴) انیسویں صدی کے اواخر تک عالمی مفکرین اور فلسفوں نے جدید فلسفہ حیات پر جو نظریات ثبت کئے سید صاحب کی تنقیدی بصیرت کہ ان کو بھی اسلامی نقطہ نظر سے جانچا اور پرکھا ہے ۔